سیرت طیبہ کی روشنی میں مذاہب عالم کے مقدسات کی تکریم اور رعایت

(شخصیات، مقامات، کتب، تہوار)

ڈاکٹر محمد عرفان*

Abstract:

There is no doubt, that, this world is converted into a global village today. So, the problems of different nations are not individual anymore, rather, they have become a collective thing. An Issue that occurs anywhere in the world would disturb the whole world somehow. The sacredness of the religion is a highlight of these issues that can disturb peace globally. Every religion has some sacred things, which are always regarded as respectable by all. If anybody attempts to disgrace the sacredness of any other religion, his act is considered as enmity and outrage against this system.

This study elaborates the status of religious symbols in the light of Seerat-ul-Nabi. The article brings to light various definitions and elaboration of religious symbols and sanctities. The study analyses the various incidents that occurred in the life of our Holy Prophet (PBUH) regarding disgrace towards the religious symbols to understand the importance of religious sanctities in the light of Seert-ul-Nabi.

Keywords: Religious sanctities, World Religions, Seerat-ul-Nabi.

اسلام امن وآشتی کا مذہب ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ لفظ "اسلام" کے معنی ہی "امن و سلامتی" کی خبر دینا ہے۔ اسلام پر امن بقائے باہمی کے اصول پر مبنی معاشرتی امن واستحکام پر یقین رکھتا ہے۔اور معاشرے کے سبھی افراد کی جان، مال اور عزت و آبرو کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی دنیا کے تمام بنی نوع انسان کی حقیقی کامیابی وکامرانی کا واحد زینہ ہے اور اسی لیے

---

* لیکچرار اسلامیات، باچاخان میڈیکل کالج مردان

تمام انسانوں کو اسلام کا قلادہ پہننے کی دعوت دیتا ہے۔ لیکن اس حقیقت کے باوجود اسلام مذہبی آزادی پر یقین رکھتا ہے اور مذہب کے انتخاب میں کسی پر کوئی قدغن اور پابندی کا روادار نہیں۔ ارشاد باری ہے: {لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ}(1) دین میں کوئی جبر نہیں۔)

افراد معاشرہ کی پر امن بقائے باہمی کے لیے تمام مذاہب کے دینی مقدسات کی رعایت رکھنا سب کے لیے ضروری ہے۔ دنیا کے تمام سماوی اور غیر سماوی مذاہب میں بعض شخصیات، مقامات، عبادات، کتابوں اور تہواروں کو مقدس مانا جاتا ہے جو اس مذہب کے شعائر کہلاتے ہیں۔ یہ تمام مذاہب اپنے اپنے پیروکاروں اور متبعین سے ان شعائر کے احترام اور تعظیم کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی نظام کے شعائر میں سے کسی شعار کی توہین کرتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ دراصل اس نظام سے دشمنی رکھتا ہے، اور اگر وہ توہین کرنے والا خود اسی نظام سے تعلق رکھتا ہو تو اس کا یہ فعل اپنے نظام سے ارتداد اور بغاوت کا ہم معنی ہے۔(2)

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جہاں اسلامی شعائر کی تعظیم اور تکریم پر زور دیا وہاں صحابہ کرام اور امت مسلمہ کو دیگر مذاہب کے مقدسات کی اہانت کرنے سے بھی روکا بلکہ اپنے اعمال کے ذریعے مذاہب عالم کے مقدسات کی تکریم اور رعایت کا لازوال سبق دیا۔ زیر نظر مضمون میں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں مذاہب عالم کے مقدسات کی تکریم اور رعایت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

مقدسات کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

مقدسات "مقدسۃ" کی جمع ہے جو عربی زبان میں باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ اس کا سہ حرفی مادہ قَدُسَ ہے جس کے معنی پاک اور بابرکت ہونے کے ہیں۔ علامہ زبیدی لکھتے ہیں: "والتَّقْدِيسُ: التَّطْهِيرُ وتَنْزِيهُ الله عزَّ وجلَّ، وقولهُ تعالَى: وَنَحْنُ نَسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ"(3)

---

1 سورۃ البقرۃ 2:256۔

2 دیکھیے، مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **تفہیم القرآن**، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، طبع نہم: 1972ء، ج1 ص438۔

3 مرتضی الزبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزّاق الحسینی، **تاج العروس من جواهر القاموس**، بیروت: دار الهدایة، س ن، ج16 ص358۔

(تقدیس کے معنی ہیں: اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاکی اور تنزیہ بیان کرنا، جیسے ارشاد ہے: "اور ہم تیری تسبیح بیان کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ اور پاکی بیان کرتے ہیں تیرے لیے"۔)

اصطلاحی طور پر "مقدسات" سے مراد وہ تمام اشیاء لی جاتی ہیں جن کو کسی بھی مذہب میں احترام اور تقدس کا رتبہ حاصل ہو، خواہ ان کا تعلق افراد سے ہو، مذہبی عبادات، تہوار اور رسوم ورواج سے ہو، مذہبی کتب اور مقدس مقامات سے ہو، یا ان مقدس عبادت گاہوں میں انجام پانے والی عبادات سے ہو۔ کسی بھی مذہب کا اپنے مقدسات سے بڑا گہرا رشتہ اور تعلق استوار ہوتا ہے اور اس مذہب کے ماننے والے اور پیروکار ان مقدسات کا دل وجان سے احترام کرتے ہیں۔

اسلام میں مقدسات کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی ہیں:

> "المقدسات الإسلامية هي كل مكان ثبت بالشرع بركته وطهارته كالمساجد، وعلى رأسها: المسجد الحرام، والمسجد النبوي، والمسجد الأقصى، بل الحرم كله سواء المكي أو النبوي كذلك من المقدسات الإسلامية."[1]
>
> "مقدسات اسلامیہ سے مراد ہر وہ مکان ہے جس کے بابرکت اور پاک ہونے کی دلیل شریعت سے ثابت ہے جیسے مساجد، اور ان میں سب سے مقدم مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی ہیں، بلکہ سارا حرم مقدس ہے خواہ وہ حرم مکی ہو یا حرم مدنی۔"

قرآن کریم میں شام اور فلسطین کی سرزمین کو ارض مقدسہ قرار دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:
{يَاقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ}[2] "اے برادران قوم! اس مقدّس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے"۔)

امام رازیؒ فرماتے ہیں: "ارض مقدسہ وہ پاکیزہ زمین ہے جو ہر طرح کی آفات سے پاک شدہ ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں: وہ زمین جو شرک سے پاک ہے اور انبیاء کرام کا مسکن ہے۔[3]

---

1 لجنة من علماء الحرمين، **فتاوى الشبكة الاسلامية**، الحرس الوطني السعودي، المملكة العربية السعودية، ج8ص849۔

2 سورۃ المائدۃ 21:5۔

3 فخر الدین رازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر، **مفاتیح الغیب**، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ج11ص332۔

مندرجہ بالا بحث معلوم سے ہوا کہ مقدسات کا اطلاق ان شخصیات، مقامات، کتب اور دیگر اشیاء پر ہوتا ہے جو کسی مذہب میں نہایت محترم اور مقدس تصور کی جاتی ہوں۔ دینی مقدسات کے لیے قرآن کریم اور احادیث نبوی میں عام طور پر "حرمات اللہ" اور "شعائر اللہ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ درج ذیل سطور میں مختصراً ان کا مفہوم ذکر کیا جاتا ہے۔

"حرمات اللہ" کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

حرُمات جمع کا صیغہ ہے اسکا مفرد "حرمة" ہے۔ "حرمة" سے مراد وہ محترم اور محفوظ چیز ہے جس کی ہتک یا پردہ دری کرنا حرام ہو، یا ہر وہ واجب الرعایت حق صحبت یا عہد ذمہ داری جس کی ادائیگی ضروری ہو اور اس میں کوتاہی کرنا حرام ہو۔[1]

"تاج العروس من جواهر القاموس" کے مطابق "الحُرمة، الحُرُمة اور الحرَمة کا مطلب "ایسی عزت جو اللہ تعالیٰ کسی کو عطا کرے، اُس کو ماننا لازم ہو اور اُس کا انکار کرنا گناہ کے زمرے میں آتا ہو اور حرام ہو۔[2]

حرمت کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی ہے:

"الحكم بطلب ترك فعل ينتهض فعله سببا للعقاب، وهي بذلك ترادف التّحريم أمّا الفعل الّذي وقع عليه في ذلك فيسمّى حراما ومحظورا۔"[3]

("کسی ایسے کام سے روکنے کا حکم دینا جس کو کرنا سزا کا باعث بنتا ہو، حرمت کہلاتی ہے اور اس معنی میں یہ تحریم کا مترادف ہے اور جس کام پر یہ تحریم واقع ہو اس کو "حرام" یا "محظور" کہتے ہیں"۔)

ابن قیم جوزیؒ حرمات اللہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الحرمات جمع حرمة، وهي ما يجب احترامه وحفظه من الحقوق والأشخاص، والأزمنة والأماكن، وتعظيمها: توفيتها حقّها وحفظها عن الإضاعة."[4]

---

1 دیکھئے: ابن منظور، اَبو الفضل محمد بن مکرم بن علی، **لسان العرب**، بیروت: دار صادر، 1414ھ، ج12 ص119-122۔

2 مرتضی الزبیدي، **تاج العروس من جواہر القاموس**، ج1 ص159۔

3 تھانوی، محمد بن علی، **کشاف اصطلاحات الفنون**، بیروت: مکتبۃ لبنان، الطبعة الأولى 1996، ج2 ص129۔

4 ابن قیم جوزیہ، محمد بن ابی بکر، **مدارج السالکین**، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، طبع: السابعۃ والعشرون، 1415ھ، ج2 ص77۔

("حرمات جمع ہے حرمۃ کی اور حرمات سے مراد ہر وہ چیز، جگہ، شخص یا زمانہ ہے جس کا احترام اور حفاظت کرنا واجب ہو اور اس کی تعظیم اور احترام کا تقاضا ہے کہ ان کے حقوق کی مکمل رعایت رکھی جائے اور ان کو ضائع ہونے سے بچایا جائے"۔)

قرآن کریم میں حرمات اللہ سے متعلق اللہ تعالی کا فرمان ہے:

{ذَلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ}[1]"یہ ساری باتیں یاد رکھو، اور جو شخص ان چیزوں کی تعظیم کرے گا جن کو اللہ نے حرمت دی ہے تو اس کے حق میں یہ عمل اس کے پروردگار کے نزدیک بہت بہتر ہے"۔)

اس آیت میں حرمات اللہ سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ حضرت مجاہدؒ کے بقول اس سے مراد مکہ مکرمہ، حج، عمرہ اور تمام معاصی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔[2] زید بن اسلمؒ کے بقول اس سے مراد پانچ چیزیں ہیں: کعبہ شریفہ، مسجد حرام، بلد حرام یعنی مکہ مکرمہ، شہر حرام یعنی ذوالحجہ اور احرام۔[3] ابن عاشورؒ فرماتے ہیں: حرمات سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی تعظیم کی اللہ تعالیٰ نے وصیت کی ہے لہذا یہ تمام مناسک حج اور اس کے علاوہ دیگر چیزوں کو بھی شامل ہیں۔[4] علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: تعظیم حرمات یہ ہے کہ تمام گناہوں اور حرام کاموں سے پرہیز کیا جائے اس طور پر کہ ان کے ارتکاب کو دل میں بہت بڑا جرم تصور کریں۔[5]

ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ لفظ حرمات ان تمام اشیاء کو شامل ہیں جن کا احترام اور حفاظت واجب ہوں خواہ اس کا تعلق حقوق اللہ یا حقوق العباد سے ہو، اس کا تعلق اشخاص یا

---

1 سورۃ الحج 30:22۔

2 طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید، **جامع البیان عن تاویل آی القرآن**، مکۃ المکرمۃ: دار التربیۃ والتراث، ج18 ص617۔

3 زمخشري، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، جار الله، **الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل**، بیروت: دار الكتاب العربي، الطبعۃ الثالثۃ 1407ھ، ج3 ص154۔

4 ابن عاشور، محمد طاهر بن محمد، **التحرير والتنوير**، تونس: الدار التونسية للنشر 1984ھ، ج17 ص252۔

5 ابن کثیر، ابو الفداء اسمعیل بن عمر، **تفسیر القرآن العظیم**، محقق: سامی بن محمد سلامۃ، بیروت: دار طیبۃ للنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیۃ 1420ھ، ج5 ص419۔

افراد سے ہو یا زمان و مکان سے ہو۔ ان کی تعظیم یہ ہے کہ کہ ان کا حق پورا پورا ادا کیا جائے اور ان حقوق کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔"(1)

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ ذکر کردہ تمام چیزیں حرمات اللہ کے مفہوم میں داخل ہیں اور تمام کے تمام اقوال کو جمع کرنے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ یہی زیادہ مناسب اور بہتر صورت ہے۔

شعائر اللہ کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

"شعائر" عربی زبان میں جمع کا صیغہ ہے۔ اس کا مفرد "شعیرۃ" ہے جبکہ بعض اہل لغت کے نزدیک اس کا مفرد "شِعَارَةٌ" ہے۔(2) اس کا سہ حرفی مادہ "ش ع ر" ہے۔ ثلاثی مجرد میں یہ باب نَصَرَ اور کَرُمَ سے مستعمل ہے۔(3)

شعائر کا اصطلاحی مفہوم بھی اس کے قریب قریب ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

> " شعائر سے مراد وہ ظاہری اور محسوس امور ہیں جو اللہ کی عبادات کے واسطے بنائے گئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت کے ساتھ اس طرح منسلک ہو گئے کہ ان شعائر کی تعظیم اب اللہ کی تعظیم تصور کی جاتی ہے اور ان کی تعظیم میں کمی کوتاہی اللہ کے حق میں کمی کوتاہی تصور ہوتی ہے اور یہ باتیں لوگوں کے دلوں میں اس قدر جاگزیں ہوئی ہیں کہ ان کے دلوں کے ٹکڑے کر دیئے جائیں تب بھی یہ باتیں ان سے نہیں نکل سکتیں۔"(4)

مولانا مودودیؒ شعائر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

1 ابن القیم، **مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد وإیاک نستعین**، محقق: محمد المعتصم باللہ البغدادی، بیروت: دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ، 1416ھ، ج2ص73۔

2 زین الدین، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عبد القاھر، **مختار الصحاح**، ج1ص165 / مرتضی الزبیدی، تاج العروس من جواھر القاموس، ج12ص191۔

3 مرتضی الزبیدی، **تاج العروس من جواھر القاموس**، ج12ص175۔

4 شاہ ولی اللہ، أحمد بن عبد الرحیم، **حجۃ للہ البالغہ**، بیروت، لبنان: دار الجیل 2005ء، ج1ص133۔

"ہر وہ چیز ہے جو کسی قوم قبیلے، ملک، مسلک یا عقیدے، طرز فکر و عمل یا کسی نظام کی نمائندگی کرتی ہو۔ وہ اس کا شعار کہلائے گی، کیونکہ وہ اس کے لیے علامت اور نشانی کا کام دیتی ہے"۔(1)

قرآن کریم میں چار مقامات پر لفظ شعائر اللہ کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔(2) ان آیات میں شعائر اللہ سے کیا مراد ہے؟ حرمات اللہ کے مفہوم میں جس طرح مختلف اقوال ہیں اسی طرح شعائر اللہ کے مفہوم میں بھی پانچ اقوال ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک "شعائر اللہ" سے مراد پورے کا پورا دین اسلام ہے۔ (3) امام ابو بکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> "دین اسلام کی تمام علامات کو شامل ہے اور یہ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں یعنی دین اسلام کے مجملہ فرائض وحدود اور اس کی دیگر نشانیاں۔لہذا ان تمام حدود سے تجاوز کرنا یا ان فرائض میں کمی، کوتاہی کرنا حرام ہے۔ اس طرح آیت کا مفہوم ان تمام معانی کو شامل ہو گا جو علمائے سلف سے منقول ہیں۔"(4)

دینی مقدسات کی اہمیت اور ضرورت

انسانی زندگی میں مذہب کی وہی اہمیت ہے جو روح کی جسم میں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے انسانوں کو صحیح مذہب کی جانب راہنمائی کا بندوبست فرمایا۔ دنیا کا کوئی بھی بڑا مذہب بنیادی طور دو چیزوں سے عبارت ہوتا ہے: اعتقادات اور عبادات۔ اعتقادات اور عبادات ہر دو کی تعظیم اور تقدس کو بھی شروع ہی سے تمام اہل مذہب نے ضروری قرار دیا ہے، کیونکہ انسان کسی عقیدے کو اس وقت ہی اختیار کرتا ہے یا کسی بھی عملی مشقت کو کرنے پر وہ تب ہی آمادہ ہوتا ہے جب اس کی نظر میں اس عقیدے، نظریے یا عمل کی کوئی اہمیت اور فائدہ ہو۔ اس طرح انسانی زندگی میں

---

1 مودودی، تفہیم القرآن، ج1 ص438۔

2 سورۃ البقرۃ 158:2 / سورۃ المائدۃ 2:5 / سورۃ الحج 32:22۔

3 ابو حیان، محمد بن یوسف بن علي بن یوسف بن حیان أثیر الدین الأندلسي، **البحر المحیط في التفسیر**، بیروت: دار الفکر، 1420ھ، ج2 ص62۔

4 جصاص، احمد بن علی ابو بکر الرازی، **أحکام القرآن**، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، 1415ھ، ج3 ص291۔

مختلف عقائد، عبادات اور ان سے جڑی مقامات اور دیگر رسوم ورواج کو احترام کا رتبہ حاصل ہوتا ہے اور انہیں چیزیں کو ہم مذہبی مقدسات یا شعائر کہتے ہیں۔

مذہبی احکامات پر عمل کرنے اور نواہی سے اجتناب کرنے کے اعتبار سے تو کسی بھی مذہب کے پیروکار مختلف درجات میں تقسیم نظر آتے ہیں لیکن اپنے مذہب کے شعائر اور مقدسات کی تعظیم کے حوالے سے عموما تمام اہل مذہب یکساں ہوتے ہیں یا اس حوالے سے ان میں بہت ہی کم فرق ہوتا ہے۔ تاریخ اسلام میں کئی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جب عملی اعتبار سے ایک کم درجے کے مسلمان کے لیے مذہبی شعائر کی توہین کو برداشت کرنا ممکن نہیں رہا۔

درحقیقت مذہب کی بنیاد ہی تعظیم اور تقدس پر ہوتی ہے۔ جس معاشرے میں مذہبی مقدسات اور شعائر کی تعظیم اور تقدس کا خیال نہ رکھا جائے وہاں مذہب کی اہمیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور اس پر عمل کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

"اعْلَم أَن مبْنى الشَّرَائِع على تَعْظِيم شَعَائِر الله تَعَالَى، والتقرب بهَا إِلَيْهِ تَعَالَى، وَذَلِكَ لما أومأنا إِلَيْهِ من أَن الطَّرِيقَة الَّتِي نصبها الله تَعَالَى للنَّاس هِيَ محاكاة مَا فِي صقع التجرد بأَشْيَاء يقرب تناولها للبهيمية"(1)

جان لینا چاہیے کہ تمام شرائع کا مدار شعائر اللہ کی تعظیم پر اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے پر ہے۔ (یعنی شعائر اللہ کا وجود اور ان کی اہمیت صرف شریعت اسلام ہی میں نہیں ہیں بلکہ سابقہ تمام سماوی ادیان میں شعائر اللہ کا وجود رہا ہے) اور اس کی وجہ وہ ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے کہ جو طریقہ اللہ نے انسانوں کے لیے مقرر کیا ہے وہ اس چیز کی مشابہت پیدا کرنا ہے جو تجرد کی جانب میں ہے (یعنی ملائکہ کے احوال اپنے اندر پیدا کرنا ہے) ان اعمال کے ذریعے جن کو اختیار کرنا بہیمیت (انسانوں) کے لیے آسان ہو۔ (اس طرح رفتہ رفتہ آدمی ملائکہ سے مشابہ ہو جائے گا جو انسانیت کی معراج کمال ہے۔)

---

1 شاہ ولی اللہ، **حجۃ اللہ البالغۃ**، ج1 ص133۔

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں مذہبی مقدسات کے احترام کا تصور

دنیا کے ہر مذہب بالخصوص آسمانی مذاہب میں مذہبی مقدسات کا تصور موجود ہے۔ آسمانی مذاہب میں خداوند تعالیٰ، نبی اور رسول اور مقدس کتابوں کو ہر قسم کی تنقید اور توہین سے مبرا سمجھا جاتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق دنیا کے بیشتر معاشروں میں مذہبی مقدسات کی توہین کو جرم سمجھا جاتا ہے اور مذہبی مقدسات سے متعلقہ "بلاس فیمی لاء" کسی نہ کسی صورت میں نافذ العمل ہے۔(1)

زمانہ قدیم میں مذہبی مقدسات کو جس قدر احترام اور عزو شرف کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے آج کی دنیا میں اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ آج مغربی دنیا حمورابی کے قانون کو دنیا کا سب سے قدیم ترین قانون قرار دیتی ہے۔ حمورابی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً پونے دو ہزار سال قبل گزرے ہیں اور بعض محققین اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر، نمرود بن کنعان قرار دیتے ہیں۔ حمورابی قانون کے دو سو بیاسی (282) دفعات میں سے ایک دفعہ الزام تراشی اور بہتان کا ہے، جس کے لئے سخت سے سخت سزا تجویز کی گئی تھی۔ اس تحریری مجموعہ قوانین کے بعض دفعات آسمانی شریعتوں کے احکامات سے متاثر اور ماخوذ دکھائی دیتے ہیں۔(2)

حمورابی کے قوانین میں درج بہتان اور الزام تراشی کی سخت سے سخت سزا کا اندازہ ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات اور واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔ نمرود بن کنعان کے دورِ حکومت میں جب بت پرستی کا دور دورہ تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو توحید کی دعوت دی اور معبودانِ باطلہ کی بے بسی بیان کی کہ:

" اے میرے باپ! کیوں ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی آپ کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ "(3)

تو ابراہیم علیہ السلام کی یہ باتیں اپنی قوم کے لیے ناقابل برداشت تھیں اور سزا کے طور پر ابراہیمؑ کو سنگسار کرنے کی دھمکی دی، قرآن مجید میں اس کی دھمکی ان الفاظ میں ذکر کی گئی ہے:

---

1 https://www.britannica.com/topic/blasphemy.(Retrieved: 25-08-2014)

2 غازی، ڈاکٹر محمود احمد، **محاضراتِ فقہ**، لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، طبع: 2005ء، ص 14۔

3 سورۃ مریم 19:44۔

{يَاإِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا}[1]"اے ابراہیم اگر تو باز نہ آیا تو پتھروں سے مار ڈالوں گا اور ایک لمبی مدت کے لئے مجھ سے دور ہو جا"۔)

اس واقع سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ کے زمانے میں اس سے پہلے کے ادوار اور شرائع میں مذہبی مقدسات کی توہین پر سخت سزاؤں کا تصور موجود تھا اور اسی لیے ابراہیمؑ کو بتوں کی توہین پر آگ میں ڈالنے کا حکم دیا گیا تھا۔

یہاں یہ سوال بھی ذہن میں آتا ہے کہ کیا ابراہیم علیہ السلام توہین مقدسات کے مرتکب ہوئے تھے کہ ان کو رجم کرنے کی دھمکی دی گئی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنے کا مقصد اپنی قوم کے سامنے ان بتوں کی بے بسی اور حقیقت کو آشکارہ کرنا تھا کہ جن بتوں کی آپ لوگ عبادت کرتے ہو وہ اپنی حفاظت بھی نہیں کرسکتے تو یہ تمہارا کیا بھلا کرسکتے ہیں اور اسی لیے آپ نے سب سے بڑے بت کو چھوڑ کر کلہاڑا اس کی گردن میں لٹکا دیا۔ لہذا آپ کا مقصد صرف اپنی قوم کو سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرنا اور بتوں کی حقیقت کو ان پر واضح کرنا تھا۔

اسی طرح نبی کریم حضرت محمد ﷺ کو فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ پر مکمل تسلط حاصل ہوگیا تو آپ ﷺ نے خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے سارے بت پاش پاش کر دیئے کیونکہ خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا وہ گھر تھا جس کی بنیادیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید پر رکھی تھیں لیکن بعد میں لوگوں نے وہاں بتوں کی عبادت شروع کر دی۔ لیکن توہین مقدسات کا سوال یہاں نہیں پیدا ہوتا کیونکہ اس گھر کی بنیاد ہی اللہ کی توحید پر رکھی گئی تھی اس لیے وہاں سے شرک کو ختم کرنا ضروری تھا۔ لیکن اگر غیر مسلم اقوام کی کوئی عبادت گاہ آغاز سے ہی ان کے لیے تعمیر کی گئی ہو تو اسلام اس کو مٹانے کا حکم نہیں دیتا۔

قدیم ایران میں مذہبی مقدسات کی حرمت

ایران دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے اور بلاشبہ اس کی تاریخ ہزاروں سال قدیم ہے۔ ایران کے نظامِ عدل وانصاف میں تین قسم کے افعال کو جرم قرار دیا گیا تھا:

---

1 سورۃ مریم 46:19۔

1. وہ جرم جو خدا کے خلاف ہوں یعنی جب کوئی شخص مذہب سے بیزاری اور عقائد میں بدعت پیدا کرے۔
2. بادشاہ کے خلاف جرم، جب ایک شخص بغاوت یا غداری کرے یا لڑائی میں میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔
3. وہ جرائم جو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں جیسے چوری، رہزنی، ہتکِ ناموس کی سزا۔

پہلی اور دوسری قسم کے جرائم یعنی الحاد، غداری اور بغاوت کی سزا فوری موت تھی اور تیسری قسم کے جرائم بعض صورتوں میں جسمانی عقوبت اور بعض میں موت ہوتی تھی۔[(1)]

اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مذہبی مقدسات کی توہین قدیم سے قدیم تہذیبوں میں بھی ایک بڑا جرم تصور کیا جاتا تھا اور ایسا کرنے والے شخص کو غداری اور بغاوت جیسے سنگین جرائم کرنے والوں کے برابر یا اس سے بھی بڑھ کر سزائیں دینے کا رواج تھا۔

یہودیت میں مذہبی مقدسات کی توہین کی ممانعت

یہودیوں کی بنیادی مذہبی کتاب تورات ہے۔ جو موجودہ دور میں عہد نامہ قدیم کہلاتا ہے۔ اس کے علاوہ تالمود ان کی شریعت ہے جس میں فقہی احکام درج ہیں۔ یہودی لٹریچر کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیت میں بھی بعض مذہبی مقدسات کی توہین کو جرم سمجھا جاتا ہے اور ان جرائم پر سزاؤں کا اطلاق ہوتا ہے۔

"Encyclopedia of Religion" کے مطابق یہودیت میں توہین مذہب کی حسب ذیل چار صورتیں ہیں[(2)]

1. خدا کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرنا۔
2. خدا کا نام غیر حقیقی اور غیر قانونی استعمال کرنا یا اس کی تحریری صورت بگاڑنا۔
3. خدا کی شان میں واہیات بکنا۔

---

1 ازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، طبع چہارم، 1420ھ، ج1ص96۔

2 Thomson Gale, Encyclopedia of Religions, New Yark. 2nd Edition, 2:968. 2

4. ایسا انداز اختیار کرنا جو یہودیوں کے خدا کی رسوائی کا سبب بنے۔

تورات کی تیسری کتاب اِحبار کی رو سے جو شخص خداوند تعالیٰ کی ذات پر برا بھلا کہے، اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[1] تورات کی کتاب "سلاطین اول" میں بھی خداوند تعالیٰ کی توہین کرنے والے کو سنگسار کا حکم دیا گیا ہے۔[2]

یہود کے لئے یوم السبت (ہفتہ کا دن) انتہائی متبرک دن تھا کیونکہ اللہ کے حکم سے اس دن وہ لوگ تمام دنیاوی مصروفیات چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ تورات کی دوسری کتاب خروج (Exodus) میں اس دن کی بے حرمتی پر قتل اور ملک بدری کی سزائیں ذکر کی گئی ہیں جس کی تائید قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ کی آیات 65، 66 سے بھی ہوتی ہے۔ بائبل میں ایسے گستاخوں کی سزا ان الفاظ کے ساتھ بیان ہوئی ہے:

- "لہٰذا سبت کو مانو کیونکہ یہ تمہارے لئے مقدس ہے اور جو کوئی اس کی بے حرمتی کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے اور جو کوئی اس دن کوئی کام کرے، اپنی قوم سے خارج کیا جائے۔
- چھ دن کا کام کیا جائے لیکن ساتوں دن آرام کا سبت ہے خداوند کے لئے مقدس ہے جو شخص سبت کے دن کوئی کام کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے۔"[3]

اس سے معلوم ہوا کہ یہودیت میں بھی مذہبی مقدسات کی تحقیر اور گستاخی قابل سزا جرم ہے اور ایسے مجرموں کے لیے سزائے موت اور سنگسار کرنے کے احکامات موجود ہیں۔

عیسائیت میں مذہبی مقدسات کی توہین پر سزاؤں کا تصور

عیسائیت کی مذہبی روایات میں توہین (Blasphemy) سے مراد مقدّس اقدار اور عقائد کے خلاف بدزبانی ہے اور اسے بڑے بڑے جرائم کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے بلکہ اسے خدا سے بغاوت کا

---

1 کتابِ مقدس، احبار 16:24۔

2 کتابِ مقدس، سلاطین ا، 10:21۔

3 کتابِ مقدس، سفر خروج 28:22۔

نام بھی دیا جاتا ہے۔ "Encyclopedia of Religion" کی رو سے بلاس فیمی کا تصور شریعتِ موسوی سے عیسائیت میں وارد ہوا ہے:

> "Christendom's concept of blasphemy derived from the Mosaic injunction of exodus 22:28, which declares, you shall not revile God."[1]
>
> ("دنیائے مسیحیت میں توہین (Blasphemy) کا تصور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس حکم سے منتقل ہوا ہے جو کتاب خروج باب ۲۲ آیت ۲۸ میں ذکر کیا گیا ہے؛ تم لوگ خدا کی شان میں بد گوئی اور بد کلامی نہیں کروگے۔)

بائبل جو در اصل تورات اور انجیل مقدس کے مجموعے کا نام ہے، میں کئی مقامات پر خداوند تعالیٰ، نبی، رسول اور دیگر مذہبی مقدسات کی توہین کو ایک ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے۔ انجیلِ متی میں روح القدس کی توہین کو دونوں جہانوں میں ایک ناقابلِ معافی جرم قرار دیا گیا ہے، ارشاد ہے:

> "اسی لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ آدمیوں کا ہر گناہ اور کفر تو معاف کیا جائے گا مگر جو کفر روح کے حق میں ہو وہ معاف نہیں کیا جائے گا اور جو کوئی ابن آدم اس کے بر خلاف بات کہے گا وہ تو اسے معاف کی جائے گی مگر جو کوئی روح القدس کے بر خلاف کوئی بات کہے گا وہ اسے معاف نہیں کی جائے گی نہ اس عالم میں نہ آنے والے میں۔"[2]

اسی طرح انجیل لوقا[3] میں بھی توہینِ پیغمبر کو ناقابلِ معافی جرم قرار دیتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے:
جو کوئی ابن آدم کے خلاف کچھ کہے گا، اسے بخش دیا جائے گا لیکن جو پاک "روح" کے خلاف کفر بکے گا اسے نہیں بخشا جائے گا۔[4]

---

1 Thomson Gale, Encyclopedia of Religions, New Yark. 2nd Edition, 2:970

2 کتاب مقدس، انجیل متی 12:31-32۔

3 انجیلِ لوقا (Luke) 24 ابواب پر مشتمل ہے۔ لوقا ایک طبیب تھا جو کئی بار پولس رسول کا ہمسفر رہ چکا تھا۔ اس نے یہ انجیل غالباً 20 تا 25 میلادی کے دوران ایک معزز یونانی شخص تھیفلس کے لئے تحریر کی۔ لوقا نے اس انجیل میں خداوند یسوع کو دنیا کے منجی اور کامل انسان کے طور پر پیش کیا ہے۔

4 کتاب مقدس، انجیل لوقا 10:22۔

مذاہب عالم کے مقدسات سیرت طیبہ کی روشنی میں

موضوع سے متعلق اہم اور تمہیدی نکات کے بعد درج ذیل سطور میں اسلام اور دیگر مذاہب کے مقدسات کی تکریم اور رعایت پر سیرت طیبہ کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ اس بحث کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ پہلے حصے میں سیرت طیبہ کی روشنی میں اسلامی مقدسات اور شعائر اللہ کی حرمت کو زیر بحث لایا گیا ہے جبکہ دوسرے حصے میں اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے مقدسات کی تکریم ورعایت پر بحث شامل ہے۔

نبی کریم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دین اسلام کے شعائر اور حرمات اللہ کا کس قدر احترام کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے کوئی بدلہ نہ لیا لیکن جب کسی نے حرمات اللہ کی توہین کی تو آپ نے رحمۃ للعالمین ہونے کے باوجود اسے معاف نہیں کیا۔ احادیث اور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ میں اس طرح کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ ذیل میں چند واقعات بطور مثال ذکر کیے جاتے ہیں:

1. کعب بن اشرف مدینہ منورہ میں یہود کے قبیلہ بنو نضیر کا ایک سردار تھا جو ہر وقت نبی کریم ﷺ کی شان مبارک میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ غزوہ بدر کے بعد اس نے آپ ﷺ کی شان میں بہت برا بھلا کہا اور قریش مکہ کو آپ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرنے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ کے حکم پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اسے قتل کر دیا تھا۔ یہ واقعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم سمیت حدیث کی کئی کتب میں موجود ہے۔[1]

طبقات ابن سعد میں اس بات کی بھی صراحت موجود ہے کہ کعب بن اشرف کے قتل کا بنیادی سبب نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا اور ہجویانہ شاعری کرنا تھا۔[2]

---

1 بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، حدیث نمبر:4037۔ ج5ص90/ مسلم، ابو الحسن مسلم بن الحجاج القشیری، **الجامع الصحیح**، دار طوق النجاۃ، 1425ھ، کتاب الجہاد والسیر، باب قتل کعب بن الاشرف، حدیث نمبر:1801، ج3ص1425۔

2 ابن سعد، أبو عبداللہ محمد بن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، محقق: احسان عباس، بیروت: دار صادر، 1968ء، ج2ص32۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: امام شافعی نے کعب بن اشرف کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ذمی شخص اگر سب نبی کا مرتکب ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے۔[1]

2. امام شعبی نے حضرت علی رضی اللہ سے نقل کیا ہے کہ کہ ایک یہودیہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی اور آپ کی شان میں ہجو کرتی تھی۔ ایک آدمی نے اس کا گلا دبوچ کر اسے قتل کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا مقدمہ پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون باطل قرار دیا۔[2]

امام احمد بن حنبلؒ نے ذمی شاتم رسول کے قتل پر اسی روایت سے استدلال کیا ہے۔ اس حدیث سے متعلق علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جید ہے کیونکہ امام شعبی نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور ان سے شراحہ ہمدانیہ کی حدیث بھی روایت کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان کی عمر بیس سے کچھ اوپر تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی شعبی عن علی رضی اللہ عنہ کی روایات نقل کی ہیں اور اگر اس روایت کو مرسل بھی مانا جائے تب بھی مراسیل امام شعبی سب کے سب صحیح ہیں۔[3]

3. اسی طرح کا ایک اور واقعہ عمیر بن امیہ کی بہن کا ہے۔ جو مشرکہ تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی۔ اس پر ایک دن عمیر بن امیہؓ نے اسے قتل کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون بھی ہدر قرار دیا تھا۔[4]

---

1 ابن تیمیہ، تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم، **الصارم المسلول علی شاتم الرسول**، محقق: محمد محی الدین عبد الحمید، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ: الحرس الوطنی السعودی، س ن، ج 1 ص 70۔

2 ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، **السنن**، صیدا، بیروت: المکتبۃ العصریۃ، کتاب الحدود، باب الحکم فی من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: 4362، ج 4 ص 129۔

3 ابن تیمیہ، **الصارم المسلول علی شاتم الرسول**، ص 61۔

4 طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، **المعجم الکبیر**، باب عمیر بن امیہ، حدیث نمبر: 124، ج 17 ص 64۔

4. ابو عفک نامی ایک یہودی شخص تھا جس کی عمر ایک سو بیس سال سے زائد تھی۔ غزوہ بدر کے بعد اس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں ہجو کی جس پر حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔(1)

ابن سعد فرماتے ہیں کہ ابو عفک یہود کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف سے تعلق رکھتا تھا اور یہود کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ بھی تھا لیکن اس کے باوجود اسے قتل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ذمی اور معاہد بھی اگر شان رسالت میں گستاخی کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔(2)

5. مسند عبد الرزاق میں حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی شان میں برا بھلا کہا اور گستاخی کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو میرے اس دشمن کا کام تمام کر دے؟ یہ سن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں! پھر آپ نے تلوار اٹھائی اور اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے اور جا کر اس کو قتل کر دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کا مال و متاع حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔"(3)

6. کتب سیرت میں ایک اور مشہور واقعہ فتح مکہ کے دن کا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اس دن اپنے تمام دشمنوں کو معاف کر دیا لیکن چار مردوں اور دو عورتوں سے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ جس جگہ ملیں ان کو قتل کر دیا جائے، چاہے یہ لوگ خانہ کعبہ کے پردوں سے لٹکے ہوئے ہوں۔ وہ لوگ یہ تھے: عکرمہ بن ابو جہل، عبد اللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح اور ابن خطل کی دو لونڈیاں جو نبی کریم ﷺ کے خلاف ہجویہ گیت گایا کرتی تھیں۔(4)

---

1 واقدي، محمد بن عمر بن واقد السهمي، **المغازی**، بیروت: دار الاعلمی، الطبعۃ الثالثۃ، 1989ء، ج1 ص174-175۔

2 ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، ج2 ص29۔

3 ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام، **المصنف**، المجلس العلمی، الہند، الطبعۃ الثانیۃ، 1403ھ، باب من سبّ النبی ﷺ کیف یصنع بہ، حدیث نمبر: 9704، ج5 ص307۔

4 اکثر روایات میں چار مرد اور دو عورتوں کا تذکرہ ہے جبکہ بعض روایات میں نو افراد کا ذکر بھی ہے جیسے زاد المعاد میں ہے۔ دیکھئے: ابن قیم الجوزیۃ، زاد المعاد في هدي خير العباد، ج3 ص362۔

7. حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس نے نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہا تھا، تو آپؓ نے اسے قتل کر دیا اور فرمایا: جس شخص نے اللہ عزوجل یا انبیاء کرام میں سے کسی نبی کو گالی دی تو اس کو قتل کر دو۔ پھر آگے حضرت مجاہد ابن عباس سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ جو بھی مسلمان اللہ تعالیٰ یا رسول ﷺ یا کسی اور نبی کی شان میں برا بھلا کہے تو اس نے رسول ﷺ کو جھٹلایا اور یہ ارتداد ہے، اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اور اگر وہ رجوع نہ کرے تو اسے قتل کر دو، اور جو بھی معاہد اللہ تعالیٰ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے تو اس نے نقض عہد کیا لہذا اس کو قتل کر دو۔"[1]

8. اسی طرح قرآن کریم اور دیگر آسمانی کتابوں کی کی تعظیم کرنا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔ قرآن کریم کی بے حرمتی سے بچنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے مصحف قرآن کے ساتھ دشمنوں کے علاقے کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا کیونکہ اس بات کا خدشہ ہے کہ وہاں کوئی مشرک یا کافر قرآن کریم کی بے حرمتی کا مرتکب نہ ہو۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُسَافَرَ بِالقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ العَدُوِّ "[2]

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دشمنوں کی سرزمین کی جانب قرآن کریم کو لے جانے سے منع فرمایا ہے۔"

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مصحف قرآن کی حفاظت اور اس کا احترام کرنا واجب ہے۔ ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان نے نعوذ باللہ مصحف کو کسی

---

1 ابن قیم، **زاد المعاد في هدي خير العباد**، 5/55/ ابن تیمیہ، **الصارم المسلول علی شاتم الرسول**، ج1 ص201۔

2 بخاری، **الجامع الصحیح**، باب السفر بالمصاحف الی ارض العدو، حدیث نمبر: 4990، ج4 ص56/ مسلم، الجامع الصحیح، باب النہی ان یسافر بالمصحف الی ارض الکفار، حدیث نمبر: 1869، ج3 ص1490۔

کوڑے وغیرہ میں پھینک دیا تو پھینکنے والا اس وجہ سے کافر ہو جائے گا۔ علماء فرماتے ہیں کہ مصحف کو تکیہ بنانا حرام ہے بلکہ کسی بھی علم کی کتاب کو تکیہ بنانا حرام ہے۔"[1]

ان تمام واقعات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام میں نبی کریم ﷺ اور دیگر شعائر اسلام کی حرمت اور احترام کا پاس رکھنا نہ صرف اسلامی حکومت میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے بلکہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو بھی ان محرمات کی توہین کی کسی صورت اجازت نہیں اور ان کی توہین کرنے والے شخص کی سزا قتل ہے۔

اسلام میں غیر مسلم اقوام کے مقدسات کی تکریم اور رعایت

اس سلسلے میں سب سے بنیادی بات یہ زیر نظر رہنی چاہیے کہ اسلام جہاں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے وہیں وہ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی مکمل پاسباں ہے۔ بطور انسان معاشرے میں جو حقوق ایک مسلمان کو حاصل ہیں وہی غیر مسلم اقلیتوں کو بھی حاصل ہیں اور ان میں کسی کافر اور مسلم کی تفریق نہیں۔ مذہبی آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے اور اسلام نے بہت واضح الفاظ معاشرے کے تمام افراد کے لیے اس آزادی کا اعلان کیا ہے۔ مذہب کے معاملے میں اسلام کسی طور پر بھی جبر واکراہ سے کام نہیں لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور دانائی کی دولت سے نوازا ہے تاکہ وہ برے اور بھلے میں تمیز کر سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ انبیاء اور رسولوں کو مبعوث فرمایا، آسمانی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کو حق بات کی طرف راہنمائی کر سکیں لیکن کسی بھی سطح پر اس میں جبر واکراہ کی اجازت نہیں کہ ہر شخص آزادانہ طور پر ہر مسلک اور مذہب کو اپنانے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے کہ اسے کسی مسلک و مذہب کے اپنانے پر مجبور کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ}[2]"دین کے سلسلے میں کوئی جبر نہیں ہے، ہدایت اور ضلالت واضح ہو چکی ہے۔")

---

1 نووی، أبوزکریا محیي الدین یحیی بن شرف، **التبیان في آداب حملة القرآن**، بیروت: دار ابن حزم للطباعة والنشر والتوزیع، ص108۔

2 سورۃ البقرۃ: 265۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ اسلام میں دیگر مذاہب کے مقدسات کی خاصی رعایت رکھی گئی ہے اور مسلمانوں کو دیگر مذاہب کے مقدسات کی توہین سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی مسلمانوں کو دیگر مذاہب کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے روکا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ }(1)

"اور (اے مسلمانو!) جن (جھوٹے معبودوں) کو یہ لوگ اللہ کے بجائے پکارتے ہیں تم ان کو برا نہ کہو، جس کے نتیجے میں یہ لوگ جہالت کے عالم میں حد سے آگے بڑھ کر اللہ کو برا کہنے لگیں۔"

ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ سے نقل کیا ہے:

" حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے کہا اے محمد! تم ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے رک جاؤ ورنہ ہم بھی تمہارے معبود کی ہجو کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتوں کو برا بھلا کہنے سے روک دیا کہ وہ لوگ حد سے تجاوز کر کے جہالت میں اللہ تعالیٰ کو برا بھلا نہ کہہ بیٹھیں۔"(2)

مذاہب عالم کے مقدسات سے متعلق اسلام کا نقطہ نظر بالکل واضح ہے جو قرآن کریم میں بھی جگہ جگہ وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا}(3)

" اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر) کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کر دی جاتیں۔"

صومعہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں راہب اور سنیاسی اور تارک الدنیا فقیر رہتے ہوں۔ بیعہ کا لفظ عربی زبان میں عیسائیوں کی عبادت گاہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ صلوات سے مراد یہودیوں کے نماز

---

1 سورۃ الانعام:108۔

2 طبري، أبو جعفر محمد بن جرير، **جامع البيان في تأويل القرآن**، مكة المكرمة: دار التربية والتراث، ج12 ص34۔

3 سورۃ الحج:40۔

پڑھنے کی جگہ ہے۔ یہودیوں کے ہاں اس کا نام صلوتا تھا جو آرامی زبان کا لفظ ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا ایک بڑا مقصد یہ بھی بیان کیا کہ جہاد اس لیے مشروع ہوا ہے کہ روئے زمین پر خانقاہیں، کلیسائیں، گرجے، مساجد اور دیگر شعائر اللہ کی حفاظت کرنا ہے اور ان کو کسی قسم کی تباہی اور توہین سے محفوظ رکھنا ہے۔

آیت پر غور کرنے سے یہ بات نہایت واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اسلام کی نظر میں تمام مذاہب کی عبادت گاہیں مقدس ہیں اور ان کی حفاظت کرنا اور تکریم و رعایت رکھنا نہایت ضروری ہے۔ مفسرین کرام کے مطابق اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جہاد کا مقصد یہ نہیں ہے کہ دیگر مذاہب کے مقدسات اور عبادت گاہوں کو مسمار کیا جائے بلکہ درحقیقت ان کی حفاظت کرنا ہے۔

چنانچہ مذہبی مقدسات کی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو ان کو نصیحت کرتے: "وَلَا تَحْرِقُوا كَنِيسَةً، وَلَا تَعْقِرُوا نَخْلًا"(1) یعنی کوئی کنیسہ جلاؤ نہ کوئی درخت کاٹو۔

اسلام کی جانب سے ذمیوں کو عطا کردہ حقوق میں مذہبی آزادی کا حق سرفہرست ہے۔ کسی بھی دین اور مذہب سے تعلق رکھنے والا شخص اپنے مذہب اور عقیدہ پر کاربند رہ سکتا ہے۔ عہد نبوی ﷺ اور بعد کے ادوار میں نہ صرف اہل کتاب کو اپنے مذہب پر باقی رہنے کی اجازت دی گئی بلکہ انہیں اپنے تمام مذہبی شعائر اور عبادات کو بجالانے کی اجازت بھی دی گئی بس اس شرط کے ساتھ کہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں مخل نہ ہوں۔

اہلِ نجران کے ساتھ طے پانے والے معاہدہ میں نبی کریم ﷺ نے نجران کے نصاریٰ اور دیگر مذاہب والوں کو مکمل مذہبی آزادی دی، ان کے گرجوں عبادت خانوں اور خانقاہوں کی حفاظت خود اپنے ذمہ لی اور یہ معاہدہ کر لیا کہ ان کے پادریوں اور راہبوں کو ان کے طریق عبادت اور پیشوں سے نہیں ہٹایا جائے گا نہ ان کے حقوق میں مداخلت کی جائے گی۔ آپ ﷺ نے تحریر فرمایا تھا:

"ولنجران وحاشيتهم جوار الله و ذمة محمد النبي رسول االله علي انفسهم وملتهم و ارضهم و اموالهم و غائبهم و شاهدهم و بيعهم و صلواتهم لا

---

1 عبدالرزاق، **المصنف**، باب دعاء العدو، حدیث نمبر: 9430، ج5ص219۔

يغيروا اسقفاعن اسقفيته ولا راهبا عن رهبانية ولا واقفا عن و قفانيته وكل ما تحت ايديهم من قليل اوكثير."(1)

"نجران اور ان کے حلیفوں کو اللہ اور اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ حاصل ہے۔ ان کی جانیں، ان کی شریعت، زمین، اموال، حاضر و غائب اشخاص، ان کی عبادت گاہوں اور ان کے گرجاگھروں کی حفاظت کی جائے گی۔ کسی پادری کو اس کے مذہبی مرتبے، کسی راہب کو اس کی رہبانیت اور کسی صاحب منصب کو اس کے منصب سے ہٹایا نہیں جائے گا اور ان کی زیر ملکیت ہر چیز کی حفاظت کی جائے گی۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس معاہدے کی تجدید کی اور نجران کے نصاریٰ اور دیگر باشندوں کو وہی تمام حقوق دیئے جو نبی کریم ﷺ نے انہیں عطا کیے تھے۔(2)

"تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس" کے مصنفؒ نے غزوہ خیبر کے احوال وواقعات میں بھی نقل کیا ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر جب صحابہ کرام یہود کے غنائم جمع کر رہے تھے تو اس وقت بعض صحابہ کرام کو یہود کے مقدس صحیفوں کے کچھ اوراق مل گئے۔ انہوں نے وہ اوراق نبی کریم ﷺ کی خدمت مبارک میں پیش کیے۔ بعد میں جب یہود آئے اور انہوں نے وہ صحیفے مانگ لیے تو نبی کریم ﷺ نے وہ صحائف ان کے حوالہ کر دیئے۔(3)

"تاریخ الیہود فی بلاد العرب" کے مصنف ڈاکٹر اسرائیل نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ 70 قبل مسیح میں جب روم کے بادشاہوں نے یروشلم پر قبضہ کر لیا تو انہوں نے یہود کے مقدس صحیفے جلادیئے اور پاؤں سے روند ڈالے۔ اسی طرح جب عیسائیوں نے اندلس پر قبضہ کر لیا تو انہوں نے تورات کے صحیفے جلا دیئے۔ لیکن غزوہ خیبر کے موقع پر مسلمانوں نے نہ صرف یہود کے

---

1 ابن سعد، **الطبقات الکبری**، باب وفد نجران، ج1 ص358۔

2 محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، **مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوي والخلافة الراشدة**، بیروت: دار النفائس، طبع 1407ھ، ص 191

3 حسین بن محمد بکری، **تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس**، بیروت: دار صادر، ج2 ص55۔

مقدس صحیفوں کو نہایت تقدس اور احترام کے ساتھ محفوظ رکھا بلکہ جب یہودیوں نے ان کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے وہ صحیفے واپس بھی کر دیئے۔(1)

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب مسیلمہ کذاب کے لیے لشکر تشکیل دے رہے تھے تو ان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

"تم ایسے لوگوں پر سے گزرو گے جو گرجاگھروں میں عبادت کر رہے ہوں گے، ان کے خیال میں وہ اللہ کے لیے راہبانہ زندگی گزار رہے ہیں، پس تم ان کو ان کے حال پر رہنے دو اور ان کی عبادت گاہوں کو مسمار نہ کرنا"(2)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دمشق اور شام کی سرحدوں سے عراق اور ایران کی طرف لوٹے تو راستے میں اہل عانات کے ساتھ آپ نے معاہدہ کیا۔ اس معاہدے میں یہ شقیں شامل تھیں کہ ان کے گرجے اور خانقاہیں منہدم نہیں کی جائیں گی۔ وہ ہماری نماز پنجگانہ کے سوا ہر وقت اپنا ناقوس بجا سکتے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں۔ وہ اپنی عید پر صلیب نکال سکتے ہیں۔(3)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی مملکت کے طول و عرض میں وسیع علاقہ آچکا تھا اور مختلف اقوام و مذاہب کے لوگ آپ کی رعایا میں شامل تھے۔ آپ کے دور میں ذمی رعایا کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی، ان کی عبادت گاہوں کو مکمل تحفظ حاصل تھا اور وہ آزادنہ طور پر اپنی مذہبی عبادات بجالا سکتے تھے۔ بقول شبلی نعمانی رحمہ اللہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب روم و فارس کے ممالک کو زیر نگین کیا تو (وہاں کے عیسائیوں اور یہودیوں" کی حالت دفعۃً بدل گئی۔ جو حقوق

---

1 ڈاکٹر اسرائیل، **تاریخ الیہود فی بلاد العرب**، مصر: مطبعۃ الاعتماد، طبع: 1937ء، ص 183۔

2 واقدی، محمد بن عمر بن واقد السهمي، **فتوح الشام**، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الأولى 1417ھ، ج 1 ص 8۔

3 محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، **الوثائق السیاسیۃ**، وثیقہ 298 ص 323۔

2 امام ابو یوسف، **کتاب الخراج**، بیروت: المکتبۃ الأزھریۃ للتراث، ص 145۔

ان کو دیئے گئے اس کے لحاظ سے گویا وہ رعایا نہیں رہے بلکہ اس قسم کا تعلق رہ گیا جیسا دو برابر کے معاہدہ کرنے والوں میں ہوتا ہے۔"(1)

سن 15 ہجری میں بیت المقدس کے فتح کے موقع پر اہل ایلیاء کے ساتھ آپ کا ایک تاریخی معاہدہ ہوا جو اکثر کتب تاریخ میں موجود ہے۔ اس معاہدے کی رو سے وہاں کے رہنے والوں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی اور ان کے گرجاگھروں کو بھی مکمل تحفظ فراہم کرنے کا معاہدہ طے ہوا۔ اس معاہدے کا متن درج ذیل ہے:

> "بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما أعطى عبد الله عمر أمير المؤمنين أهل إيلياء من الأمان، أعطاهم أمانا لأنفسهم وأموالهم، ولكنائسهم وصلبانهم، وسقيمها وبريئها وسائر ملتها، أنه لا تسكن كنائسهم ولا تهدم، ولا ينتقص منها ولا من حيزها، ولا من صليبهم، ولا من شيء من أموالهم، ولا يكرهون على دينهم، ولا يضار أحد منهم."(2)
>
> " یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر (رضی اللہ عنہ) نے ایلیاء کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان، ان کے مال، ان کے گرجا، صلیب، تندرست اور بیمار اور تمام اہل مذہب والوں کے لیے ہے اس طرح پر کہ ان کے کنیسوں میں نہ سکونت کی جائے گی، نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو اور نہ کے احاطہ کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے اموال میں کچھ کمی اور نقصان کیا جائے گا۔ ان کے دین کے معاملے میں ان پر کسی قسم کا جبر اور اکراہ نہیں ہو گا اور نہ ان میں سے کسی کو تکلیف اور نقصان پہنچایا جائے گا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس مذکورہ بالا معاہدے میں صراحت کے ساتھ اس بات کا اعلان موجود ہے کہ اسلامی سلطنت کے اندر رہنے والے دیگر اہل مذاہب اور ان کے معابد و کنائس اور مکمل آزادی کو تحفظ حاصل ہو گا۔ گرجے اور چرچ کی نسبت تو نہایت تفصیل سے لکھا گیا کہ نہ توڑے جائیں گے، نہ ان کی عمارات کو کسی طرح کا نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ ان کے احاطوں

---

1 شبلی نعمانی، **الفاروق**، الفیصل ناشران و تاجران کتب، طبع: 2002ء، ص 261۔

2 طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید، **تاریخ الرسل والملوک** (تاریخ طبری) بیروت: دار التراث، ج 3 ص 609۔

میں دست اندازی کی جائے گی۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام میں صرف اسلامی شعائر کی حرمت کا تصور موجود نہیں بلکہ ہر مذہب کے رہنے والوں کے شعائر اور مقدسات کی حرمت کو اسلام میں ضروری قرار دیا گیا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ اس معاہدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "مذہبی آزادی کی نسبت دوبارہ تصریح ہے کہ ولا یکرھون علی دینھم عیسائیوں کے خیال میں چونکہ حضرت عیسیٰ کو یہودیوں نے صلیب دے کر قتل کیا تھا اور یہ واقعہ خاص بیت المقدس میں پیش آیا تھا اس لیے ان کی خاطر سے یہ شرط منظور کی کہ یہودی بیت المقدس میں نہ رہنے پائیں گے۔ یونانی باوجود اس کے کہ مسلمانوں سے لڑے تھے اور در حقیقت وہی مسلمانوں کے اصلی عدو تھے تاہم ان کے لیے یہ رعایتیں ملحوظ رکھیں کہ بیت المقدس میں رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں اور نکل جانا چاہیں تو نکل سکتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں ان کو امن حاصل ہو گا اور ان کے گرجاؤں اور معبدوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ بیت المقدس کے عیسائی اگر یہ چاہیں کہ وطن سے نکل کر رومیوں سے جا ملیں تو اس پر بھی ان سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا بلکہ ان کے گرجا وغیرہ جو بیت المقدس میں ہیں سب محفوظ رہیں گے۔ کیا کوئی قوم، مفتوح ملک کے ساتھ اس سے بڑھ کر انصافانہ برتاؤ کر سکتی ہے؟"(1)

عصر حاضر میں توہین مقدسات کے سلسلے میں پاکستان اور ترکی میں عموماً زیادہ بحث و مباحثہ ہوتا ہے۔ پاکستان کا شمار دنیا کے ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں توہین مذہب بالخصوص توہین رسالت سے متعلق سخت قوانین موجود ہیں۔ پاکستان میں موجود توہین مذہب کے قوانین کی بنیاد پاکستان بننے سے پہلے کے قوانین ہیں جو برطانوی سامراج کے دور میں بنائے گئے تھے۔ تاہم مختلف اوقات میں ان میں ترامیم ہوتی رہی ہیں۔

1898ء میں برصغیر پاک و ہند میں بڑھتے ہوئے مذہبی جرائم کی روک تھام اور ہر قسم کے نسلی، مذہبی اور مسلکی اختلافات ختم کرنے کے لیے برطانوی حکومت نے بعض دفعات قوانین انڈین

---

1 شبلی نعمانی، **الفاروق**، ص263-264۔

ضابطہ اخلاق میں شامل کئے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ان میں ترامیم کا سلسلہ جاری رہا اور 1980 سے لے کر 1986 تک ان میں کئی اور ترامیم کا اضافہ ہوا اور 12 اکتوبر 1986ء کو پارلیمان نے تعزیرات پاکستان میں ایک نئی دفعہ C-295 کا اضافہ کیا جس کی رو سے توہین رسالت کرنے والے مجرم کے لیے پہلی مرتبہ سزائے موت یا عمر قید کی سزا مقرر ہوئی۔ بعد میں وفاقی شرعی عدالت میں ایک پیٹشن دائر کی گئی جس کی سماعت اس وقت کے چیف جسٹس گل محمد خان اور دیگر تین ججز نے کی اور 30 اکتوبر 1990 کو اس کا فیصلہ سناتے ہوئے آئین کی دفعہ C-295 سے "عمر قید" کے الفاظ حذف کر دیئے اور یوں توہین رسالت کے مجرم کی سزا اب صرف سزائے موت برقرار رکھی گئی ہے۔

پاکستان کے علاوہ چند دیگر اسلامی ممالک میں بھی توہین مذہب کے ملزموں کو سزائے موت دی جاسکتی ہے جن میں ایران اور سعودی عرب سر فہرست ہے۔

جبکہ ترکی کا موجودہ آئین سیکولرزم پر مبنی ہے اور ایک طویل عرصے تک یہاں سیکولر حکمرانوں کا راج رہا ہے اس لیے ترکی کے آئین میں بلاس فیمی، یا توہین رسالت سے متعلق کوئی الگ قانون موجود نہیں ہے۔ تاہم کچھ عرصے سے اس نوعیت کے مقدمات عدالتوں میں ضابطہ فوجداری کے آرٹیکل نمبر 216 کے تحت درج کیے گئے ہیں اگرچہ آئین کا آرٹیکل 216 کا اطلاق بنیادی طور پر "نفرت انگیزی اور دشمنی سے متعلق مقدمات" کے لیے ہے۔ اس قانون کے تحت مذہبی منافرت پھیلانے والے مجرموں کو چھ ماہ سے ایک سال تک قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔[1]

2013ء سے 2018 تک کئی مجرموں کو اس قانون کے تحت قید کی سزائیں دی جاچکی ہیں۔

---

1 TÜRK CEZA KANUNU [TURKISH CRIMINAL CODE], Law No. 5237 (Sept. 26, 2004, *as last amended* Dec. 2, 2016), http://www.mevzuat.gov.tr/MevzuatMetin/1.5.5237.pdf, archived *at* https://perma.cc/Z2YZ-CZ2B, *(Accessed on 15-08-2019) English translation available at* http://www.legislationline.org/documents/action/popup/id/6872 / preview, *archived at*https://perma.cc/242A-3P85.*(Accessed on 15-08-2019)*

نتائج بحث

دنیا کے ہر مذہب نے مذہبی مقدسات کو بہت اہمیت دی ہے اور ان کے تقدس اور احترام کو پامال کرنے کی صورت میں مختلف سزائیں مقرر کی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے نہ صرف اسلام کے شعائر اور حرمات اللہ کے احترام اور تقدس کا درس دیا بلکہ دیگر مذاہب کی مقدسات کی بھی تکریم اور رعایت رکھی حتیٰ کہ دشمنوں کے ساتھ جنگ کی صورت میں بھی ان کی مذہبی عبادت گاہوں، مقدس کتابوں اور دیگر مقدسات کے احترام کو پامال کرنے یا ان مقدسات کو ضائع کرنے سے روکا۔ یہی وجہ ہے کہ جن ممالک پر صدیوں تک مسلمان حکمرانی کرتے رہے وہاں غیر مسلم اقلیتیں نہ صرف نہایت امن اور امان اور مکمل آزادی کے ساتھ اپنی مذہبی عبادات اور رسومات کو بجالا سکتی تھیں بلکہ ان کی عبادت گاہیں اور دیگر مقدسات کو مکمل تحفظ حاصل تھا۔

اگر آج بھی ہم سیرت نبوی ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر تمام مذاہب کی مقدسات کو تحفظ دیں اور ہر شخص کو آزادی کے ساتھ اپنے دین پر عمل پیرا ہونے کا موقع دیں تو دنیا ایک بار پھر امن و امان کا گہوارہ بن سکتا ہے۔